اصول فقہ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

از ڈاکٹر محمد مظہر بقاء

تتمہ

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے فقہ حدیث سے متعلق کام زیادہ تر کام اپنی تین کتابوں میں کیا ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ، المسوی اور المصفی۔ حجہ میں اس سلسلے کا جو کچھ کام ہے، بیان کی بعض دوسری تصانیف میں اس سلسلہ کے شاذ و نادر جو مسائل ہیں وہ تمام المسوی اور المصفی میں موجود ہیں۔ لہذا صرف ان دو کتابوں، المسوی اور المصفی، کا تتبع کر کے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مختلف فیہ مسائل میں شاہ صاحب کا، کس امام کی طرف کتنا رجحان ہے۔

ان میں سے صرف ان ابواب و مسائل کا انتخاب کیا گیا ہے جن میں شاہ صاحب نے خود اختلاف نقل کیا ہے اور خود ہی اپنے رجحان کو صراحۃً بتایا بھی ہے۔

ایسے مختلف فیہ ابواب و مسائل جن میں شاہ صاحب کا رجحان امام شافعیؒ کی جانب ہے۔

"رموز" "ص" "المصفی" ـ "م" "المسوی"۔

نمبر شمار	باب	قول امام شافعیؒ	قول امام ابوحنیفہؒ	حوالہ
۱	باب وجوب الوضوء الخ	سر کے ابتدائی حصہ کا یا اس سے متصل بالوں کا مسح فرض ہے۔	چوتھائی سر کا مسح فرض ہے۔ (پورے سر کا مسح فرض ہے۔ امام مالک)	ص۔ ۲۳/۱

نمبر شمار	باب	قول امام شافعی	قول امام ابوحنیفہؒ	حوالہ
۲	باب یطہر الثوب من بول الصبی الخ	شیر خوار بچے کے پیشاب پر اس طرح پانی چھڑک دینا کہ پانی اس پر غالب آجائے کافی ہے، پانی بہانے کی ضرورت نہیں۔	پانی چھڑکنا کافی نہیں، بہانا ضروری ہے۔	م۔ ۱/ ۹۱
۳	الاوقات التی یستحب فیہا اداء الصلوٰۃ	(۱) عصر کا وقت ایک مثل سے شروع ہو جاتا ہے۔ (صاحبین کا بھی یہی قول ہے)	عصر کا وقت دو مثل سے شروع ہوتا ہے۔	ص۔ ۱/ ۲۰
۴	"	(۲) عشاء کا وقت شفق احمر سے شروع ہو جاتا ہے۔ (صاحبین کا بھی یہی قول ہے)	عشاء کا وقت شفق ابیض سے شروع ہوتا ہے	ص۔ ۱/ ۲۳
۵	"	(۳) فجر میں تعجیل افضل ہے، اسفار افضل نہیں۔	اسفار افضل ہے۔	"
۶	" "	(۴) عصر میں بھی تعجیل افضل ہے (یعنی ایک مثل کے بعد)	عصر کی نماز کا وقت دو مثل سے قبل شروع ہی نہیں ہوتا۔	"
۷	باب من ادرک رکعۃ من الصبح الخ	وقت کے اندر جس نے ایک رکعت پڑھ لی، اس کی نماز ادا ہوگئی، قضا نہیں۔	فجر کی نماز کی ایک رکعت پڑھی تھی کہ وقت ختم ہوگیا تو یہ نماز ادا نہ ہوگی۔	ص۔ ۱/ ۲۹
۸	باب یجلس بین السجدتین الخ	جلسہ میں اطمینان فرض ہے۔	فرض نہیں (اور نزول کرخی سنت ہے)	ص۔ ۱/ ۱۴
۹	باب صیغ التشہد الخ	تشہد ابن عباس مختار ہے	تشہد ابن مسعود مختار ہے۔	ص۔ ۱/ ۱۵

نمبر شمار	باب	قول امام شافعیؒ	قول امام ابو حنیفہؒ	حوالہ
۱۰	باب فضل حضور الجماعۃ	اقرأ، اعلم بالسنۃ پر امامت کے لئے مقدم ہے۔	اعلم بالسنۃ، اقرأ پر مقدم ہے۔	ص۔ ۱/۱۳۲
۱۱	باب اذا صلے وحدہ ثم ادرک مع الامام اعاد الصلوٰۃ	تنہا نماز پڑھ چکا ہو پھر امام کے ساتھ وہی نماز پائے تو خواہ کوئی سی نماز ہو اعادہ کرے۔	فجر، عصر اور مغرب کا اعادہ نہ کرے۔	ص۔ ۱/۱۳۸
۱۲	باب من ادرک رکعۃ من الصلوٰۃ الخ	جس نے ایک رکعت پالی اس نے جماعت پالی۔	جس نے تشہد بھی پالی اس نے جماعت پالی۔	ص۔ ۱/۱۳۵
۱۳	باب الرکعتان من السفر تمام الخ	مسافر نے دو کے بجائے چار رکعت پڑھ لیں تو پوری نماز فرض کے طور پر ادا ہو جائے گی۔	اگر دو رکعت پر قعدہ میں بیٹھا ہے تو پہلی دو رکعات فرض اور بعد کی دو رکعات نفل ہوں گی اور اگر نہیں بیٹھا تو فرض باطل ہو جائیں گے۔	ص۔ ۱/۱۴۲
۱۴	باب الصلوٰۃ الخوف	مسابقت کی حالت میں نماز واجب ہوتی ہے۔	واجب نہیں ہوتی بلکہ امکان و توقف کے وقت تک تاخیر کرنا چاہئے	ص۔ ۱/۱۵۰، ۱۵۱
۱۵		دشمن اگر قبلہ کی جانب میں ٹھیرا ہوا ہو اور حملہ کا اندیشہ ہو تو قوم کو دو صف کرکے امام ان کے ساتھ اس طرح نماز پڑھے کہ دونوں صفیں باری باری سجدہ کرلیں اور دشمن سے حفاظت بھی ہوتی ہے اور اگر دشمن قبلہ کی جانب میں نہ ہو تو یا تو علیحدہ علیحدہ جماعتیں ہوں اور	دشمن خواہ جہت قبلہ میں ہو یا نہ ہو بہرصورت ایک صف امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ کر مقابلہ پر چلی جائے اور (سلام نہ پھیرے) پھر دوسری صف آکر امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھے پھر ہر ایک صف اپنی اپنی ایک ایک رکعت پوری کرے۔	ص۔ ۱/۱۵۲

نمبر شمار	باب	قول امام شافعیؒ	قول امام ابو حنیفہؒ	حوالہ
		امام دونوں کے ساتھ نماز پڑھے یا ایک صف امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھے اور امام دوسری رکعت کے قیام میں کھڑا رہے یہاں تک کہ یہ صف اپنی دوسری رکعت پڑھ کر چلی جائے، پھر دوسری صف آئے تو اس کے ساتھ امام ایک رکعت پڑھ کر اپنی نماز ختم کرے اور یہ دوسری صف اپنی باقی ماندہ رکعت پوری کرے۔		
۱۶	باب التشدید علی من ترک الجمعۃ بغیر عذر	اقامت جمعہ کے لئے مصر شرط نہیں، قریہ میں بھی جمعہ واجب ہے۔	مصر شرط ہے۔	ص۔ ۱/۱۵۳
۱۷	باب السعی یوم الجمعہ	سعی کا حکم اذان ثانی کے بعد ہے۔	سعی کا حکم اذان اول کے بعد ہے۔	ص۔ ۱/۱۵۹
۱۸	باب من ادرک رکعۃ الخ	جمعہ کی ایک رکعت مل جائے تو ایک اور ملائے ورنہ چار پڑھے (ظہر کی)	اگر تشہد بھی مل جائے تو دو ہی رکعت پڑھے	ص۔ ۱/۱۶۲
۱۹	باب اذا اقیمت الصلوٰۃ الخ	جماعت کھڑی ہو جائے تو سنتیں اور نوافل چھوڑ دے خواہ وہ فجر کی سنتیں ہی کیوں نہ ہوں۔	صف سے دور ہو کر فجر کی سنتیں پڑھ لے بشرطیکہ فرض کی ایک رکعت مل جانے کا گمان غالب ہو۔	ص۔ ۱/۱۶۵

نمبر شمار	باب	قول امام شافعیؒ	قول امام ابوحنیفہؒ	حوالہ
۲۰	باب قضاء ركعتي الفجر	تمام موقت سنتوں کی قضا کرنی چاہئے۔	سنتوں کی قضا نہیں سوائے فجر کی سنتوں کے کہ وہ اگر فرض کے ساتھ ترک ہو جائیں تو قضا کرے ورنہ نہیں۔	ص۔ ۱/۱۶۵
۲۱	باب صلوة الوتر سنة وليست بواجبة	وتر کی نماز سنت ہے واجب نہیں (صاحبین کا بھی یہی قول ہے)۔	وتر کی نماز واجب ہے۔	ص۔ ۱/۱۶۹
۲۲	باب استحباب التكبير ليلة العيد ويومه	عید الفطر میں تکبیر میں آواز بلند کرنا چاہئے۔	آواز بلند نہ کرنا چاہئے۔	ص۔ ۱/۱۷۸
۲۳	باب يستحب الغسل لصلوة العيد	نماز عید سنت مؤکدہ ہے۔	نماز عید واجب ہے۔	ص۔ ۱/۱۷۸
۲۴	•	عید میں تمام سنتیں جداگانہ سنتیں ہیں۔ مثلاً غسل لباس وغیرہ	تمام چیزیں مل کر ایک سنت ہیں۔	ص۔ ۱/۱۷۸، ۱۸۸
۲۵	باب صفة صلوة النبي عند الكسوف	عیدین کی طرح کسوف کی ہر سنت جداگانہ سنت ہے۔	تمام چیزیں مل کر ایک سنت ہیں۔	ص۔ ۱/۱۸۸
۲۶	•	صلوۃ کسوف میں جہر کیا جائے۔	اخفا کیا جائے (صاحبین جہر کے قائل ہیں)۔	ص۔ ۱/۱۸۹
۲۷	باب سجود القرآن سنة ليس بواجب	قرآنی سجدہائے تلاوت سنت ہیں واجب نہیں۔	واجب ہیں۔	ص۔ ۱/۱۹۱
۲۸	باب كتاب عمر في الصدقة	جانوروں کی زکوۃ میں اجتماع مال پر زکوۃ ہے حال مالک پر نہیں۔	حال مالک پر زکوۃ ہے اجتماع مال پر نہیں۔	ص۔ ۱/۲۱۱
۲۹	باب يعتبر النصاب في آخر الحول۔	نصاب کا اعتبار سال کے آخر میں ہے۔	ابتداء سال سے نصاب کا اعتبار ہے۔	ص۔ ۱/۲۱۷
۳۰	باب تخريص النخل..... الخ	پکنے کے وقت خرما اور انگور کا تخمینہ کیا جائے گا۔	تخمینہ کوئی چیز نہیں۔	ص۔ ۱/۲۲۱

نمبر شمار	باب	قول امام شافعیؒ	قول امام ابوحنیفہؒ	حوالہ
۳۱	باب لا تحل الصدقة لغني الا لخمسة	غارم اور غازی کو زکوۃ دینا جائز ہے، اگرچہ غنی ہوں۔	اگر غنی ہوں تو جائز نہیں۔	ص۔ ۱/۲۲۸
۳۲	باب من اصاب اهله في رمضان الخ	جماع میں کفارہ ہے، اکل و شرب میں نہیں۔	جماع کی طرح اکل و شرب میں بھی کفارہ ہے۔	ص۔ ۱/۲۳۳، ۲۳۶، ۲۳۴
۳۳	باب من اراد الحج فليحرم في اشهر الحج..... الخ	اشہر حرم سے قبل حج کا احرام باندھ لیا تو حج نہ ہو گا۔	ہو جائے گا۔	ص۔ ۱/۲۶۹
۳۴	باب صفة التلبية	تلبیہ سنت ہے۔	واجب ہے	ص۔ ۱/۲۷۲
۳۵	باب ما بين في الهدي... الخ	ہدی کا اشعار سنت ہے۔	اشعار مکروہ ہے۔	ص۔ ۱/۳۰۵
۳۶	باب النهي عن التصرية..... الخ	تصریہ میں مشتری کو خیار عیب ہے (نیز صاحبین)	خیار عیب نہیں۔	ص۔ ۱/۳۲۶
۳۷	باب الشفعة	جار کو حق الشفعہ نہیں۔	حق شفعہ ہے	ص۔ ۱/۳۰۰
۳۸	باب اللقطة والضوال	تعریف کی مدت ختم ہونے پر جس نے لقطہ اٹھایا ہے وہ اگر چاہے تو اس کا مالک ہو سکتا ہے۔	مالک نہیں ہو سکتا اگر فقیر ہے تو خود انتفاع کر سکتا ہے اور اگر غنی ہے تو کسی فقیر کو دے سکتا ہے۔	ص۔ ۱/۳۱۲
۳۹	باب لا يرتفع التحريم حتى..... الخ	جب تک حیض کا خون ختم ہو کر غسل نہ کرے تحریم ختم نہیں ہوتی۔	حیض کا خون اکثر مدت کے بعد ختم ہو جائے یا خون ختم ہو کر ایک نماز کا وقت گزر جائے تو غسل سے قبل بھی وہ حلال ہو جاتی ہے۔	ص۔ ۲/۲۷

نمبر شمار	باب	قول امام شافعیؒ	قول امام ابوحنیفہؒ	حوالہ
۴۰	باب اللعان	حد قذف شوہر پر بھی لازم ہوتی ہے۔	شوہر پر حد قذف نہیں۔	ن۔ ۲/۳۶
۴۱	باب تطلیقتان ... الخ	زوجین میں سے ایک عبد دوسرا حر ہو تو طلاق کے عدد میں مرد کا اعتبار ہے۔	عورت کا اعتبار ہے۔	م۔ ۲/۴۸
۴۲	باب القروء ہی الاطہار	قروء سے اطہار مراد ہیں۔	قروء سے حیض مراد ہیں۔	م۔ ۲/۵۴
۴۳	باب جواز الرجعۃ ... الخ	کنائی طلاق رجعی ہوتی ہے۔	کنائی طلاق بائن ہوتی ہے۔	م۔ ۲/۵۸
۴۴	باب المبتوتۃ لہا السکنی ...... الخ	مطلقہ مبتوتہ سکنی کی مستحق ہے اور تاوقتیکہ حاملہ نہ ہو نفقہ کی مستحق نہیں۔	نفقہ کی بھی مستحق ہے اگرچہ حاملہ نہ ہو۔	م۔ ۲/۵۹
۴۵	باب الولاء لمن اعتق ... الخ	ولاء اعتاق سے ہوتی ہے۔	ولاء عقد موالات سے ہوتی ہے۔	م۔ ۲/۸۹
۴۶	باب حیوانات البحر	بحر کے تمام جانور حلال ہیں۔	مچھلی کے سوا بحر کے تمام جانور حرام ہیں۔	م۔ ۲/۱۸۰
۴۷	باب القتل ینقسم باعتبار المقتولین ..... الخ	عبد کے بدلے میں حر قتل نہیں کیا جائے گا۔	قتل کیا جائے گا بشرطیکہ وہ خود اس کا سلوک نہ ہو۔	م۔ ۲/۱۰۶

ایسے مختلف فیہ ابواب و مسائل جن میں شاہ صاحب کا رجحان امام ابوحنیفہؒ کی جانب ہے۔

نمبر شمار	باب	قول امام ابوحنیفہؒ	قول امام شافعیؒ	حوالہ
۱	باب الوضوء من قبلۃ المرأۃ و مسہا	عورت کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔	ٹوٹ جاتا ہے۔	ص۔ ۱/۳۳
۲	باب النہی عن استقبال القبلۃ ..... الخ	رفع حاجت کے وقت قبلہ کی جانب منہ یا پیٹھ کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔	مکروہ تحریمی ہے	ص۔ ۱/۴۰
۳	باب اذا احتلم و وجد البلل ..... الخ	منی اگر ایسی جگہ سے نکلے جہاں سے عادۃً نہیں نکلتی تو غسل واجب نہیں۔	ایسی صورت میں غسل واجب ہے۔	ص۔ ۱/۵۰
۴	〃	منی نجس ہے۔	نجس نہیں۔	ص۔ ۱/۵۰
۵	باب صفۃ الصلوٰۃ علی النبی	صلوٰۃ سنت ہے۔ (نیز جمہور)	صلوٰۃ فرض ہے۔	ص۔ ۱/۱۱۹
۶	باب التشدید علی من ترک الجمعۃ بغیر عذر۔	جمعہ کے لئے چالیس آدمی ہونا ضروری نہیں۔	چالیس آدمی ہونا ضروری ہے۔	ص۔ ۱/۱۵۳
۷	باب الاحصان ماذا۔	اسلام احصان کی شرائط میں سے ہے۔	اسلام احصان کی شرائط میں سے نہیں۔	م۔ ۲/۱۳۶

ایسے مختلف فیہ ابواب و مسائل جن میں شاہ صاحب کا رجحان امام مالکؒ کی جانب ہے۔

نمبر شمار	باب	قول امام مالکؒ	دوسرے ائمہ کے اقوال	حوالہ
۱	باب اذا احتلم۔۔۔ الخ	خشک منی کو رگڑ دینا کافی نہیں۔ دھونا ضروری ہے۔	(۱) منی نجس ہی نہیں کہ دھونا یا رگڑنا ضروری ہو (امام شافعیؒ) (۲) منی نجس ہے مگر خشک ہو جائے تو رگڑ دینا کافی ہے (امام ابو حنیفہؒ)	ص-۱/۵۱
۲	باب الحیاض لاتقذر۔ الخ	صحیح یہ ہے کہ ماء کثیر کی کوئی تحدید نہیں۔	(۱) قلتین ماء کثیر ہے۔ (امام شافعیؒ) (۲) دہ در دہ ماء کثیر ہے۔ (احناف، امام محمدؒ)	ص-۱/۵۶
۳	باب لاتفسد الصلوٰۃ بالکلام۔۔۔۔ الخ	سہواً یا خطاءً یا مصلحت صلوٰۃ کے لئے اگر نماز میں ایک دو کلمات کہے تو نماز باطل نہ ہوگی۔	(۱) سہواً کہے تب بھی نماز باطل ہو جائے گی۔ (امام ابو حنیفہؒ) (۲) سہواً کہے تو نماز باطل نہ ہوگی۔ (امام شافعیؒ)	ص-۱/۱۳۳
۴	باب المسافر اذا اجمع مکث اربع لیال اتم الصلوٰۃ۔	چار راتوں کی اقامت کے عزم سے قصر ختم ہو جاتا ہے۔	(۱) چار راتوں کی اقامت کے عزم سے قصر ختم ہو جاتا ہے (امام شافعیؒ) (۲) پندرہ روز کی اقامت کے عزم سے قصر ختم ہو جاتا ہے۔ (امام ابو حنیفہؒ)	ص-۱/۱۴۳
۵	باب الوصف الذی یدور علیہ الحکم۔	علت ربوا نقد واقتیات ہے۔	(۱) علت ربوا نقد و طعم ہے۔ (امام شافعیؒ) (۲) وزن یا کیل و جنس علت ربوا ہے۔ (امام ابو حنیفہؒ)	ص-۱/۳۴۶
۶	باب کتابۃ الدین۔۔۔۔ الخ	دین کے وقت کتابت و تحمل شہادت فرض کفایہ ہے۔	مستحب ہے۔ (باقی ائمہ ثلاثہ)	ص-۱/۳۸۶

ایسے مختلف فیہ ابواب و مسائل جن میں شاہ صاحب کا رجحان امام احمدؒ کی جانب ہے

نمبر شمار	باب	قول امام احمدؒ	دوسرے ائمہ کے اقوال	حوالہ
۱	باب ترک القنوت فی صلوٰۃ الفجر وغیرہا	نماز فجر میں قنوت نہیں مگر بوقت نازلہ فجر میں خصوصاً اور تمام نمازوں میں عموماً قنوت مستحب ہے اور وتر میں پورے سال قنوت مستحب ہے اور رمضان میں مؤکد ہے۔	(۱) فجر میں قنوت سنت ہے اور وتر میں صرف رمضان میں قنوت پڑھے پورے سال نہ پڑھے۔ (امام شافعیؒ) (۲) فجر میں قنوت نہیں اور وتر میں پورے سال قنوت پڑھے (امام ابو حنیفہؒ)۔	ص-۱/۱۱۳
۲	باب الآیات التی یوثر السجود فیہا۔۔۔ الخ	سجود تلاوت پندرہ ہیں۔ سورۂ ص میں ایک سجدہ ہے اور سورۂ حج میں دو سجدے۔	سجود تلاوت امام ابو حنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک چودہ ہیں۔ احناف کے نزدیک ایک سجدہ سورۂ "ص" میں ہے اور ایک سورۂ حج میں ہے اور شوافع کے نزدیک سورۂ ص میں سجدہ تلاوت نہیں سورۂ حج میں دو سجدے ہیں۔	ص-۱/۱۹۳
۳	باب زکوٰۃ المعدن	ہر معدن میں خواہ وہ ڈھالی جا سکتی ہو یا نہ ڈھالی جا سکتی ہو زکوٰۃ واجب ہے۔	(۱) معدن اگر چاندی یا سونے کی ہو تو زکوٰۃ واجب ہے (امام شافعیؒ) (۲) ہر ڈھلنے جا سکنے والے جوہر جیسے لوہا اور تانبا پر بھی خمس واجب ہے۔ (امام ابو حنیفہؒ)۔	ص-۱/۲۳۴

نمبر شمار	باب	قول امام احمدؒ	دوسرے ائمہ کے اقوال	حوالہ
۴	باب المساقاۃ	مساقات اور مزارعہ جائز ہے۔	(۱) نہ مساقات جائز ہے نہ مزارعت۔ (امام ابو حنیفہؒ) (۲) مزارعت جائز ہے۔ (صاحبین) (۳) مساقات جائز ہے مزارعت جائز نہیں۔ (امام مالکؒ) (۴) مساقات جائز ہے اور مزارعت مساقات کے تابع ہو کر جائز ہے بغیر اس کے جائز نہیں۔ (امام شافعیؒ)	ص۔ ۳۹۹/۱۰
۵	باب انقلاب الدعوی ... الخ	بوقت وصیت اگر کوئی مسلمان موجود نہ ہو تو دو ذمیوں کو گواہ کر لینا چاہیے اور ان کی شہادت مع یمین معتبر ہوگی۔	وصیت کے وصیت مسلمانوں پر ذمیوں کی شہادت مقبول نہیں۔ (باقی ائمہ ثلاثہ)	ص۔ ۱۰۱/۲

ایسے مختلف فیہ ابواب و مسائل جن میں شاہ صاحب کا رجحان ائمہ اربعہ کے سوا کسی اور مجتہد کی طرف ہے۔

نمبر شمار	باب	اسحٰق بن راہویہ	حسن بصری	حوالہ
۱	باب الحامل اذا خافت ... الخ	حاملہ اگر چاہیں تو فدیہ دیں بغیر قضاء اور اگر چاہیں تو قضا کریں بغیر فدیہ۔		ص۔ ۲۵۱/۲
۲	باب الوضوء من الرعاف والحجامات		ماخرج من السبیلین اور نوم سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور مس مرأۃ اور مس ذکر سے اور رعاف سے نہیں ٹوٹتا۔	ص۔ ۳۶/۲

یہ مسائل جن میں شاہ صاحب نے صراحۃً اپنا رجحان ظاہر کیا ہے کل ۶۷ ہیں۔ ان میں سے مختلف ائمہ کی طرف ان کے رجحان کا تناسب حسب ذیل ہے۔

امام شافعیؒ ۴۷ امام ابو حنیفہؒ ۷ امام مالکؒ ۶ امام احمدؒ ۵ حسن بصریؒ ۱ اسحٰق بن راہویہؒ ۱

گویا امام شافعیؒ کی طرف رجحان کا تناسب ۷۰ فیصد سے زیادہ ہے۔

انعامی بانڈز کا شرعی حکم

غلام رسول سعیدی
شیخ الحدیث، دارالعلوم نعیمیہ کراچی
سابق رکن، اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان

پاکستان میں انعامی بانڈز کی خرید و فروخت کا سلسلہ عام ہے، حکومت پچاس، سو، پانچ سو اور ہزار روپیہ کی قیمت کے بانڈز جاری کرتی ہے اور سو روپیہ کے بانڈز کی ہر دوسرے ماہ اور باقی سیریز کی باری باری ہر ماہ قرعہ اندازی کے ذریعہ حکومت پچاس ہزار سے لے کر پانچ لاکھ تک کے انعامات خریداروں میں تقسیم کرتی ہے۔ خریدنے کے بعد خریدار کی اصل رقم محفوظ رہتی ہے اور خریدار بانڈز کی رقم کو پاکستان کے کسی بھی بینک کے ذریعہ جب چاہے کیش (Cash) کرا سکتا ہے اور جتنی رقم کے بانڈز ہوں خریدار کو اتنی رقم پوری مل جاتی ہے البتہ گیارہ روپے والے بانڈز جس میں ایک لاکھ روپیہ انعام رکھا گیا ہے، ان کو حکومت گیارہ روپے میں فروخت کرتی ہے اور جب خریدار اس کو فروخت کرے تو حکومت دس روپے میں واپس لیتی ہے۔

گیارہ روپے والا بانڈ جس میں دس روپے واپس ملتے ہیں (یہ اسکیم اب ختم کر دی گئی ہے) بالاتفاق ناجائز ہے۔ تمام مکاتب فکر کے علماء نے اس کو قمار (جوا) قرار دے کر ناجائز کہا ہے، اس کے علاوہ باقی بانڈز جن میں خریدنے والے کو اصل رقم پوری کی پوری بغیر کسی کمی بیشی کے جب چاہے مل جاتی ہے لیکن اس میں خریدنے والوں کو ترغیب دینے کے لیے قرعہ اندازی کے ذریعہ جو انعام دیا جاتا ہے اس کی وجہ سے اہل علم کے اندر اس کے شرعی حکم میں اختلاف ہے۔ اکثر علماء اس کو جائز کہتے ہیں اور بعض علماء اس کو قمار یا ربوٰ (سود) قرار دے کے ناجائز کہتے ہیں۔ ہم اس سلسلہ میں پہلے دوسرے علماء کی آراء پیش کریں گے۔ اس کے بعد اپنا موقف بیان کریں گے۔

انعامی بانڈز میں مولانا مودودی کا موقف

انعامی بانڈز کے معاملہ میں صحیح صورت واقعہ یہ ہے کہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے یہ بانڈز بھی اسی نوعیت کے قرضے ہیں جو حکومت اپنے مختلف کاموں میں لگانے کے لئے لوگوں سے لیتی ہے اور ان پر سود ادا کرتی ہے۔

فرق صرف یہ ہے کہ پہلے ہر وثیقہ دار کو اس کی دی ہوئی رقم پر فرداً فرداً سود دیا جاتا تھا مگر اب جملہ رقم کا سود جمع کر کے اسے چند وثیقہ داروں کو بڑے بڑے "انعامات" کی شکل میں دیا جاتا ہے اور اس امر کا فیصلہ کہ یہ "انعامات" کن کو دیے جائیں، قرعہ اندازی کے ذریعے سے کیا جاتا ہے۔ پہلے ہر وثیقہ دار کو سود کا لالچ دے کر اس سے قرض لیا جاتا تھا، اب اس کے بجائے ہر ایک کو یہ لالچ دیا جاتا ہے کہ شاید ہزاروں روپے کا انعام تیرے ہی نام نکل آئے، اس لیے قسمت آزمائی کرے۔

یہ صورت واقعہ صاف بتاتی ہے کہ اس میں بھی سود ہے اور روح قمار بھی، جو شخص یہ وثائق خریدتا ہے وہ اولاً اپنا روپیہ جان بوجھ کر ایسے کام میں قرضے کے طور پر دیتا ہے جس میں سود لگایا جاتا ہے۔ ثانیاً جس کے نام پر "انعام" نکلتا ہے اسے دراصل وہ سود اکٹھا ہو کر ملتا ہے جو عام سودی معاملات میں فرداً فرداً ایک ایک وثیقہ دار کو دیا جاتا تھا۔ ثالثاً جو شخص بھی یہ وثیقے خریدتا ہے وہ مجرد قرض نہیں دیتا بلکہ اس لالچ میں قرض دیتا ہے کہ اسے اصل سے زائد "انعام" ملے گا اور یہی لالچ دے کر قرض لینے والا اس کو قرض دینے پر آمادہ کرتا ہے۔ اس لیے اس میں نیت سودی لین دین ہی کی ہوتی ہے۔ رابعاً جمع شدہ سود کی وہ رقم جو بصورت "انعام" دی جاتی ہے اس کا کسی وثیقہ دار کو ملنا اسی طریقہ پر ہوتا ہے، جس پر لاٹری میں لوگوں کے نام "انعامات" نکلا کرتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ لاٹری میں انعام پانے والے کے سوا تمام باقی لوگوں کے ٹکٹوں کی رقم ماری جاتی ہے اور سب کے ٹکٹوں کا روپیہ ایک انعام دار کو مل جاتا ہے لیکن یہاں انعام پانے والوں کے سوا باقی سب وثیقہ داروں کی اصل رقم قرض نہیں ماری جاتی بلکہ صرف وہ سود، جو سودی کاروبار کے عام قاعدے کے مطابق ہر دائن (قرض دار) کو اس کی دی ہوئی رقم قرض پر ملا کرتا ہے انہیں نہیں ملتا بلکہ قرعہ کے ذریعے سے نام نکل آنے کا اتفاقی حادثہ ان سب کے حصوں کا سود ایک یا چند آدمیوں تک اس کے پہنچنے کا سبب بن جاتا ہے۔ اس بنا پر یہ بعینہ قمار تو نہیں ہے مگر اس میں روح قمار ضرور موجود ہے۔" (ترجمان القرآن، جنوری ۱۹۶۳ء)

انعامی بانڈز میں علماء دیوبند کا موقف

دیوبندی مکتب فکر سے وابستہ تمام علماء انعامی بانڈز کی خرید وفروخت کو ناجائز کہتے ہیں ہم نے اس سلسلے میں دیوبندی مکتب فکر کے نمائندہ دار الافتاء جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن سے ایک مفصل و مدلل فتویٰ منگوایا جسے ۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۶ھ کو شیخ محمد ولی حسین نے شیخ عبدالسلام کی تصدیق سے دار الافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ کی مہر کے ساتھ جاری کیا ہے۔ اصل فتویٰ کا متن حسب ذیل ہے:

انعامی بانڈز کے نام سے جو انعام دیا جاتا ہے حقیقتاً یہ سود کی ایک شکل ہے، انعامی بانڈز کے انعام میں ملنے والی رقم حرام ہے، اس کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کی حرمت کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں۔

بینک جب انعامی بانڈز کی کوئی سیریز نکالتا ہے اور سیریز کے ذریعہ جو رقم وہ پبلک سے کھینچتا ہے اس

رقم کو بینک کسی شخص یا ادارے کو سودی قرض پر دے دیتا ہے، اس سود سے جو رقم موصول ہوتی ہے بینک اس میں سے کچھ رقم اپنے پاس رکھتا ہے اور کچھ رقم قرعہ اندازی کے ذریعہ ان لوگوں میں تقسیم کر دیتا ہے جنہوں نے انعامی بانڈز لیے تھے۔ چنانچہ قرعہ اندازی کے بعد جو رقم انعام کے نام پر ملتی ہے وہ حقیقتاً سودی کی رقم ہے، اگرچہ بینک اس کو ہزار مرتبہ انعام کہے، یہ سودی رقم اس حدیث کے زمرے میں آتی ہے "كل قرض جر نفعا فهو حرام" "ہر وہ قرض جس کے ذریعے نفع کمایا جائے وہ حرام ہے" چنانچہ اس میں بھی انعامی بانڈز خریدنے والوں کو قرعہ اندازی کے ذریعہ سود کی شکل میں نفع دیا جاتا ہے جو کہ حرام ہے، اگر اس سلسلے میں یہ سوال اٹھایا جائے جیسے کہ بعض جواز کے قائل اٹھاتے ہیں، انعامی بانڈز میں بانڈز لینے والوں کی طرف سے اس نفع کی شرط نہیں لگائی جاتی بلکہ بینک والے اسے بطور انعام کے دیتے ہیں اور فقہ کی کتابوں میں یہ مسئلہ درج ہے کہ اگر مقروض بطور انعام کے قرض خواہ کو اصل قرض پر کچھ اضافہ کر کے دے تو جائز ہے۔ لیکن یہ ایک سطحی اور بچگانہ اشکال ہے اس لیے کہ فقہ کا ایک مشہور اصول ہے "المعروف كالمشروط" کہ جو چیز معروف ہو وہ مشروط کی طرح ہے یعنی جو چیز لوگوں میں عام رائج ہو اور پہلے سے ذہنوں میں طے شدہ ہو وہ ایسی ہے جیسے کہ زبانی شرط لگانا چنانچہ اس صورت میں اگرچہ انعامی بانڈز لینے والے اس پر سود لینے کی شرط نہیں لگاتے لیکن ہر انعامی بانڈز لینے والے کے ذہن میں یہی ہوتا ہے کہ قرعہ اندازی کے ذریعے مجھے اپنی اصل رقم سے زائد رقم مل جائے گی بصورت دیگر کوئی شخص بھی انعامی بانڈز نہ خریدے۔

ان دلائل کے علاوہ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ بینک انعامی بانڈز لینے والوں کی رقم کو سودی قرضہ پر نہیں دیتا بلکہ اس کو کسی کاروبار میں لگاتا ہے اور کاروبار سے جو نفع ہوتا ہے وہ نفع قرعہ اندازی کے ذریعہ بانڈز خریدنے والوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے تو پھر بھی انعامی بانڈز پر ملنے والا انعام جائز نہیں ہے اس لیے کہ مشارکت (Partnership) میں نفع ونقصان دونوں کا احتمال ہوتا ہے جبکہ یہاں بینک کی طرف سے نقصان کا کوئی ذکر ہی نہیں، دوسری بات یہ ہے کہ تجارتی اور شرعی اصول کے مطابق مشارکت کی تجارت میں جب نفع ہوتا ہے تو اس میں نفع سے ہر شریک کو اتنے فیصد ہی حصہ ملتا ہے جتنے فیصد اس نے روپیہ لگایا ہے، نفع کی تقسیم قرعہ اندازی (لاٹری) کے ذریعہ کرنا اس میں بہتوں کے ساتھ ناانصافی ہونا کھلی بات ہے، زہر کو اگر تریاق کہا جائے تو وہ تریاق نہیں بنتا بلکہ زہر اپنی جگہ زہر ہی رہتا ہے۔

اگر کسی کے پاس انعامی بانڈز آجاتے ہیں یا اس نے کسی ضرورت کی بناء پر خرید لیے ہیں اب اگر وہ ان کو قیمت خرید پر ہی فروخت کر دیتا ہے اور اس پر کوئی انعام یا نفع وغیرہ نہیں لیتا تو یہ جائز ہے۔"

انعامی بانڈز میں مصنف کا موقف اور بحث ونظر

ہمارے نزدیک انعامی بانڈز کی بیع جائز ہے اور حکومت کی طرف سے اس کو خریدنے کی ترغیب کے

لیے جو انعام دیا جاتا ہے وہ بھی جائز ہے کیونکہ اس انعام پر ربو یا قمار کی تعریف صادق نہیں آتی سید مودودی اور شیخ مرتضیٰ نے اس پر موضوعی انداز فکر سے گفتگو کی ہے۔ انہوں نے پہلے اس کو ناجائز فرض کر لیا پھر زبردستی اس کو قمار یا ربا کے معنی پہنا کر ناجائز قرار دے دیا ہم پہلے اس کے جواز کے دلائل ذکر کریں گے اور پھر سید مودودی اور شیخ مرتضیٰ کے پیش کردہ دلائل پر تفصیلی گفتگو کریں گے۔

کیا انعامی بانڈز کا لین دین ربو الفضل ہے؟

یہ دیکھنے کے لیے کہ انعامی بانڈز کا انعام ربا ہے یا نہیں یہ جاننا چاہیے کہ ربا کی دو قسمیں ہیں ربا النسیئہ اور ربو الفضل، یہ انعام ربو الفضل اس لیے نہیں ہو سکتا ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک ربو الفضل کی حرمت کی علت جنس میں اتحاد اور قدر معروف (کیل یا وزن) میں زیادتی ہے۔ اور یہاں جنس ایک نہیں ہے کیونکہ انعامی بانڈ کی بیع کرنسی نوٹوں کے عوض ہوتی ہے انعامی بانڈز کے عوض نہیں ہوتی۔ اور ان کی جنس الگ الگ ہے (واضح رہے کہ جنس سے مراد مطلق جنس نہیں ہے) امام شافعی کے نزدیک ربو الفضل میں حرمت کی علت طعم اور ثمنیت ہے ان کے نزدیک ربو الفضل سونے یا چاندی یا کھانے پینے کی چیزوں میں ہو سکتا ہے اور ظاہر ہے انعامی بانڈز اس قبیل سے نہیں ہیں، امام مالک کے نزدیک ربو الفضل ان چیزوں سے ہو سکتا ہے، جن میں غذائیت ہو یا وہ چیزیں قابل ذخیرہ ہوں، امام احمد بن حنبل کے نزدیک حرمت کی علت ناپ اور تول ہے اور ربو الفضل صرف ان چیزوں میں ہو سکتا ہے جب کی بیع ناپ اور تول سے کی جاتی ہو اور ظاہر ہے کہ بانڈز اس جنس سے نہیں ہیں، یہ مذاہب ہم نے امام رازی ۳؎ علامہ ابن رشد ۴؎ اور علامہ الجزیری ۵؎ کی کتابوں سے بیان کیے ہیں۔

نیز یہ ملحوظ رہے کہ ربو الفضل اس وقت ہوگا جب بانڈز کی بانڈز کے عوض زیادتی کے ساتھ ہو اور فی الواقع ایسا نہیں ہے۔

کیا انعامی بانڈز کا لین دین ربو النسیئہ ہے؟

مذکور الصدر تفصیل سے واضح ہو گیا کہ انعامی بانڈز پر جو انعام دیا جاتا ہے وہ مذاہب اربعہ میں سے کسی مذہب میں بھی ربو الفضل نہیں ہے، اب یہ دیکھنا ہے کہ یہ انعام ربو النسیئہ کا مصداق ہے یا نہیں، ہم ائمہ اربعہ کے مذاہب کے مطابق ربو النسیئہ (ادھار والا سود) کی تعریفات ذکر کر رہے ہیں۔ دراصل ربو النسیئہ میں ائمہ اربعہ اس بات پر متفق ہیں کہ جس قرض میں ایک معین مدت کے بعد اصل رقم سے زائد رقم لینے کی شرط رکھی جائے اور زائد رقم کی مقدار بھی معین ہو وہ ربو النسیئہ ہے۔ قبل از اسلام زمانہ جاہلیت میں سود کی اسی قسم کا رواج تھا۔ قرآن مجید نے اسی کو حرام قرار دیا ہے اور سود کی یہ قسم حرام قطعی ہے، امام رازی شافعی ربا النسیئہ کی تعریف میں لکھتے ہیں:

اما ربا النسیئة فهو الامر الذی کان مشهوراً متعارفا فی الجاهلیة و ذلک انهم

کانوا یدفعون المال علی ان یاخذوا کل شهر قدرا معینا و یکون راس المال باقیا ثم اذا حل الدین طالبوا المدیون براس المال فان تعذر علیه الاداء زادوا فی الحق والاجل فهذا هو الربا الذی کانوا فی الجاهلیة یتعاملون به۔ ۶؎

"ربا النسیئہ زمانہ جاہلیت میں مشہور اور متعارف تھا کیونکہ وہ لوگ اس شرط پر قرض دیتے تھے کہ اس کے عوض ہر ماہ ایک قدر معین لیا کریں گے اور اصل رقم مقروض کے ذمہ باقی رہے گی پھر جب مدت پوری ہو جاتی تو قرض خواہ مقروض سے اصل رقم کا مطالبہ کرتا اگر اس پر ادا کرنا دشوار ہوتا تو قرض خواہ مدت بڑھا دیتا اور سود بھی زیادہ کر دیتا یہ وہ ربا ہے جس پر زمانہ جاہلیت میں عمل ہوتا تھا"۔

علامہ ابو الولید باجی ربا النسیئہ کی تعریف میں لکھتے ہیں:

ان ربا الجاهلیة کان ان یقول الذی له الدین عند اجله للذی علیه الدین اتقضی ام تربی یرید یزید فی الدین فان اختاره ان یزیده فی الدین لیزیده فی الاجل فعل وهذا مما لا خلاف بین المسلمین فی تحریمه۔ ۷؎

"ربا جاہلیت یہ ہے کہ مدت پوری ہونے کے بعد قرض خواہ مقروض سے کہے کہ تم قرض ادا کر رہے ہو یا میں سود کے عوض مدت میں اضافہ کر دوں؟ اگر مقروض سود کو مان لیتا تو قرض خواہ مدت میں اضافہ کر دیتا اس کے حرام ہونے میں مسلمانوں کا کوئی اختلاف نہیں ہے"۔

علامہ موفق الدین ابن قدامہ لکھتے ہیں:

وکل قرض شرط فیه ان یزیده فهو حرام بغیر خلاف قال ابن المنذر اجمعوا علی ان المسلف اذا شرط علی المستسلف زیادة او هدیة فاسلف علی ذلک ان اخذ الزیادة علی ذلک ربا۔ ۸؎

"جس قرض میں اصل رقم سے زیادہ لینے کی شرط لگائی جائے وہ بلا اتفاق حرام ہے۔ ابن المنذر نے کہا کہ قرض خواہ جب مقروض سے اصل سے زیادہ یا ہدیہ لینے کی شرط لگائے تو اس پر اجماع ہے کہ اس زیادتی کا لینا سود ہے"۔

علامہ ابو بکر جصاص حنفی لکھتے ہیں:

ولا خلاف انه لو کان علیه الف درهم حالة فقال له اجلنی وازیدک فیها مائة درهم لا یجوز لان المائة عوض من الاجل (الی قوله) اذ جعله عوضا من الاجل وهذا هو الاصل فی امتناع جواز اخذ الابدال عن الآجال۔ ۹؎

"کسی شخص نے کسی کے فوراً ایک ہزار درہم دینے ہوں اور وہ یہ کہے کہ مجھے مہلت دو تو میں ایک سو درہم زیادہ دوں گا تو اس کے عدم جواز میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کیونکہ سو درہم مہلت کے عوض ہیں، کیونکہ اس نے یہ سو درہم مدت کے عوض میں مقرر کیے ہیں اور مدت کے بدلہ میں معاوضہ لینے کے عدم جواز کی یہی اصل ہے"۔

نیز علامہ ابوبکر جصاص ربا الجاہلیہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ربا الجاهلية وهو القرض المشروط فيه الاجل زيادة مال على المستقرض ۔[10]

''ربا جاہلیت اس قرض کو کہتے ہیں جس میں مقروض پر مدت کی وجہ سے اصل مال پر زیادتی کی شرط لگائی گئی ہو۔''

علامہ بدرالدین عینی حنفی ربا الجاہلیت کی تعریف میں لکھتے ہیں:

كانوا فى الجاهلية اذا حل اجل الدين امان يقضى واما ان يربى فان قضاه والا زاده فى المدة وزاده الأخر فى القدر و هكذافى كل عام فربما يضاعف القليل حتى يصير كثير امضاعفاً[11]

''زمانہ جاہلیت میں جب قرض کی مدت پوری ہو جاتی تو یا تو قرض ادا کر دیا جاتا اور یا اس پر سود لگایا جاتا۔ قرض خواہ مدت میں اضافہ کرتا تو مقروض اصل رقم پر اضافہ کرتا، ہر سال اسی طرح ہوتا حتی کہ قلیل رقم دوگنی چوگنی ہو کر کثیر ہو جاتی''۔

مذاہب اربعہ کے فقہا کی مذکور الصدر تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ جس قرض میں مدت معین کے بدلہ میں ایک شخص معین پر دوسرا شخص معین، رقم معین کے اضافہ کی شرط لگائے وہ ربا النسیئہ ہے۔ اور انعامی بانڈز میں چونکہ مدت کے عوض اضافہ کی شرط نہیں ہوتی اس لیے اس پر ربا النسیئہ کی تعریف صادق نہیں آتی اور بغیر شرط لگائے اگر مقروض قرض خواہ کو اصل رقم سے کچھ زائد دے تو یہ جائز ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابى هريرة ان رجلا اتى النبى ﷺ يتقاضاه بعيرا فقال ﷺ اعطوه فقالوا ما نجد الاسنا افضل من سنه فقال الرجل او فيتنى اوفاك الله فقال رسول الله ﷺ اعطوه فان من خيار الناس احسنهم قضاء[12]

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ کے پاس آ کر اپنے اونٹ کا تقاضا کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو دے دو۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اس کے اونٹ کی عمر سے زیادہ عمر کا اونٹ ہے اس شخص نے کہا آپ نے مجھے پورا پورا دیا، اللہ تعالیٰ آپ کو پورا پورا دے، آپ نے فرمایا: اس کو وہی اونٹ دے دو کیونکہ بہترین لوگ وہ ہیں جو اچھی طرح قرض ادا کریں''۔

عن جابر بن عبدالله قال اتيت النبى ﷺ وهو فى المسجد قال مسعر اراه قال ضحى فقال صل ركعتين وكان لى عليه دين فقضانى وزادنى۔[13]

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نبی ﷺ کے پاس آیا اور آں حالیکہ آپ مسجد میں تھے، مسعر کہتے ہیں کہ اس وقت چاشت کا وقت تھا، آپ نے فرمایا دو رکعت نماز پڑھو، پھر آپ نے قرض ادا کیا اور اصل رقم سے کچھ زیادہ دیا۔''

صحیح بخاری کی ان احادیث سے واضح ہوا کہ اگر مقروض از خود قرض کی ادائیگی کے بعد قرض سے زائد کچھ رقم دے تو یہ جائز ہے اس لیے اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ حکومت انعامی بانڈز کے ذریعہ لوگوں سے کچھ رقم لیتی ہے اور قرض کی ادائیگی کے بعد از خود بعض افراد کو اصل رقم سے کچھ زیادہ دیتی ہے تو وہ زیادتی ان احادیث کے پیش نظر جائز ہو گی اور سود نہیں ہو گی۔

کیا انعام کا رواج خریدار کی شرط لگانے کے مترادف ہے؟

بعض علماء نے لکھا ہے جیسا کہ شیخ مزمل نے بھی نقل کیا ہے کہ یہ چیز معروف ہے کہ حکومت بانڈز خریدنے والوں کو انعام دیتی ہے اور ہر خریدنے والے کے ذہن میں انعامی بانڈز خریدتے وقت انعام کا ہی تصور ہوتا ہے اور فقہ کا قاعدہ ہے ''المعروف کالمشروط'' جو چیز معروف ہو وہ مشروط کے قائم مقام ہے اس لیے اگرچہ بانڈز خریدنے والا بالفعل اصل سے زائد رقم لینے کی شرط نہیں لگاتا لیکن عرف اس کا قائم مقام ہے کہ وہ شرط لگا رہا ہے اس لیے بطور انعام اس کو جو رقم ملے گی وہ سود ہی ہے۔

یہ دلیل انتہائی سطحی ہے حکومت کسی خاص خریدار یا تمام خریداروں سے سودی معاہدہ نہیں کرتی اگر حکومت کا طریق کار یہ ہوتا کہ وہ تمام خریداروں کو اصل رقم سے کچھ زائد ادا کرتی تو پھر بانڈز خریدتے وقت خریدار شرط لگاتا یا نہ لگاتا عرف کی وجہ سے اس کی شرط تسلیم کی جاتی اور زیادتی سود ہوتی اس کی مثال یہ ہے کہ سیونگ سرٹیفکیٹ اور ڈیفنس سرٹیفکیٹ کی رقم پانچ یا سات سال میں دگنی کر دی جاتی ہے۔ اور یہ چیز معروف ہے اس لیے جو شخص سیونگ یا ڈیفنس سرٹیفکیٹ خریدتا ہے وہ اس عرف کی وجہ سے پانچ یا سات سال میں رقم دگنی لینے کی شرط کے ساتھ خریدتا ہے اور وہ اصل رقم سے جس قدر زائد لے گا وہ سود ہو گی۔ اس کے برخلاف انعامی بانڈز میں ایسا نہیں ہے کہ ہر خریدنے والا حکماً اس شرط کے ساتھ بانڈز خرید رہا ہے کہ اس کو لازماً انعام ملے گا۔ کیونکہ حکومت ہر خریدار کو انعام نہیں دیتی نہ اس کا رواج ہے اور نہ یہ عرف ہے اور جو چیز عرف نہیں وہ حکماً شرط بھی نہیں بن سکتی۔ البتہ عرف یہ ہے کہ لاکھوں خریداروں میں سے چند خریداروں کو انعام ملتا ہے اور ہر خریدار انعام کی امید میں بانڈ خریدتا ہے اور ظاہر ہے کہ انعام کی امید انعام کی شرط کے مترادف اور قائم مقام نہیں ہے اور جس خریدار کے نام انعام کا قرعہ فال نکلتا ہے انعام کی امید رکھنے کے باوجود اس کے وہم گمان میں بھی یہ نہیں ہوتا کہ اس کو انعام مل جائے گا پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ چونکہ اس نے بانڈز خریدتے وقت حکماً اس زائد رقم کو لینے کی شرط لگائی تھی اس لیے یہ زائد رقم سود ہے۔

اس سے مستزاد یہ ہے کہ انعام کی رقم صرف ایک نہیں ہے پانچ سو سے لے کر پانچ لاکھ تک چھوٹی بڑی انعام کی متعدد قسمیں ہیں اور کوئی پتا نہیں کس کو کیا انعام ملتا ہے، خریدار کو اول تو یہ یقین نہیں ہوتا کہ اس کو انعام ملے گا (صرف انعام کی امید اور خواہش ہوتی ہے) پھر انعام ملنے کی تقدیر پر یہ پتا نہیں کہ اس کو ان متعدد انعامات میں

سے کون سا انعام ملنے والا ہے۔ قرض کھینچے اس کو پانچ سو روپیہ کا انعام مل گیا تو کیا یہ کہنا صحیح ہوگا کہ اس نے انعامی بانڈز اس شرط پر خریدے تھے کہ حکومت اس کو پانچ سو روپیہ زائد ادا کرے گی؟ اور "المعروف کالمشروط" والا قاعدہ اس وقت جاری ہوتا جب یہ رواج ہوتا کہ حکومت ہر خریدار کو پانچ سو روپیہ زائد ادا کرتی (یا کم از کم یہ کہ ہر خریدار کو کسی خاص تناسب سے زائد رقم دیتی) پھر اگر خریدار بالفعل شرط نہ بھی لگاتا تب بھی اس عرف کی وجہ سے اس کو شرط کہا جاتا، لیکن جب خریدار کو انعام نہیں ملتا اور لاکھوں خریداروں میں سے جن چند افراد کو ملتا ہے ان کو بھی نہ انعام کا پتا ہوتا ہے نہ یہ پتا ہوتا ہے کہ کتنا انعام ملے گا پھر یہاں عرف کا کیا سوال ہے؟ اہل علم سے اس قسم کی مغالطہ آفرینی بہت بعید ہے!

انعامی بانڈز کا لین دین قرض ہے یا خرید و فروخت؟

سید مودودی نے انعامی بانڈز کی خریداری کو قرض قرار دیا ہے یعنی حکومت عوام سے قرض لیتی ہے اور اس کا سود جمع کر کے قرعہ اندازی کے ذریعہ لوگوں میں تقسیم کر دیتی ہے یہ بات سرے سے غلط ہے قرض میں ضروری ہے کہ ایک مدت کے لیے رقم لی جائے اور اگر اس پر سود بنتا ہے تو اس مدت کے بعد سود دیا جائے۔ انعامی بانڈز کا اول تو عنوان ہی خرید و فروخت ہے قرض نہیں ہے، دوم اس کے لین دین میں مدت کا تعین نہیں ہوتا کہ انعامی بانڈز کے بھنانے کے لیے اتنی مدت تک بانڈز رکھنا ضروری ہے یہ بالکل کھلی ہوئی بات ہے اس لیے انعامی بانڈز کی خریداری کو قرض قرار دینا صحیح نہیں ہے، آدمی بغیر تعین مدت کے بانڈز خریدتا ہے اور جب چاہے بغیر کسی نقصان یا زیادتی کے بینک کو بانڈز واپس کر کے اپنے پیسے لے لیتا ہے، یہ قرض کہاں سے ہوگیا؟

کیا بانڈز پر انعامات سودی رقم سے دیے جاتے ہیں؟

انعامی بانڈز کے انعام کو ناجائز قرار دینے کے سلسلہ میں ایک بات یہ کہی گئی ہے کہ بانڈز کی فروخت سے جو رقم حاصل ہوتی ہے حکومت اس روپیہ کو سود پر قرض دیتی ہے اور اس سود میں سے انعامات تقسیم کرتی ہے یا حکومت مختلف کمپنیوں کے کاروبار میں یہ رقم لگاتی ہے اور اس سے حاصل شدہ منافع میں سے انعامات تقسیم کرتی ہے لیکن چونکہ کاروبار میں نفع اور نقصان کی شراکت نہیں ہوتی اس لیے یہ نفع ناجائز ہے اور اس نفع سے جو انعامات تقسیم کیے جائیں گے وہ بھی ناجائز ہوں گے۔

یہ اعتراض انعامی بانڈز کے طریق کار کے بارے میں صحیح معلومات نہ ہونے پر مبنی ہے انعامی بانڈز کو فروخت کرنے والی حکومت ہے بینک نہیں ہے۔ بینک لوگوں سے جو سرمایہ لے کے جمع کرتا ہے اس کو کاروبار میں لگاتا ہے اور اس سے نفع حاصل کرتا ہے اور حکومت لوگوں سے انعامی بانڈز یا دوسرے ذرائع سے جو روپیہ حاصل کرتی ہے اس کو وہ اپنے منصوبہ جات اور اخراجات پر خرچ کرتی ہے، حکومت اپنی مختلف اسکیموں کی تکمیل کے لیے جس طرح بیرون ملک سے قرضہ جات لیتی ہے اسی طرح اندرون ملک عوام سے بھی اپنی اسکیموں کے لیے قرضہ

جات لیتی ہے اور انعامی بانڈز کی فروخت سے رقم فراہم کرتی ہے حکومت کا معاملہ بینک سے بالکل الگ ہے حکومت انعامی بانڈز کو بینک کے ذریعہ فروخت کرتی ہے اس بناء پر ان لوگوں نے سادہ لوحی سے یہ سمجھ لیا کہ انعامی بانڈز کی بیع و شراء میں بینک فریق ہے جبکہ بینک صرف واسطہ ہے اور فریق حکومت ہے اور اگر بالفرض حکومت اس رقم کو کسی کاروبار میں بھی لگاتی ہے اور تجارت کرتی ہے تو یہ کیسے اور کیونکر فرض کر لیا گیا کہ حکومت اس روپیہ کو کسی جائز کاروبار میں نہیں لگاتی؟ اور اس کا کیسے یقین ہوگیا کہ حکومت کو اس روپیہ سے جو آمدنی ہوتی ہے وہ بہر حال سودی ہوتی ہے؟ یہ روپیہ ڈیم بنانے یا کسی اور نفع آور اسکیم پر خرچ کیا جا سکتا ہے اس روپیہ سے حصص کی خریداری بھی ہو سکتی ہے کوئی مل یا کارخانہ بنایا جا سکتا ہے اور تجارت بھی کی جا سکتی ہے یہ کہنا کہ بینک اس روپیہ کو سودی کاروبار میں لگاتا ہے انعامی بانڈز کے فریق اور اس کی فروخت سے حاصل شدہ رقم کے مصرف کے بارے میں صحیح معلومات نہ ہونے کی وجہ سے ہے اس لیے غلط اور ساقط ہے۔

یاد رکھیے احکام شرعیہ کا مدار صرف ظاہر پر ہے باطنی امور کے جاننے اور کھنگالنے کا ہمیں مکلف کیا گیا ہے نہ ہمیں اس کی ضرورت ہے، بلکہ ہمیں امور ظاہریہ کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم دیا ہے اور اندرون خانہ کی تفصیلات میں جانے سے ہمیں روک دیا گیا ہے۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

ان ام سلمة زوج النبی ﷺ اخبرتها عن رسول الله ﷺ انه سمع خصومة بباب حجرته فخرج الیهم فقال انما انا بشر وانه یاتینی الخصم فلعل بعضکم ان یکون ابلغ من بعض فاحسب انه قد صدق و اقضی له بذلک فمن قضیت له بحق مسلم فانما هی قطعة من النار فلیاخذها او یترکها[۱۲]

"زوجہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے حجرہ کے دروازے پر جھگڑے کی آواز سنی آپ باہر تشریف لائے اور فرمایا میں ایک بشر ہوں میرے پاس لوگ مقدمے لے کر آتے ہیں ہو سکتا ہے کہ کوئی فریق اپنے موقف کو زیادہ چرب زبانی سے پیش کرے اور میں اس کو سچا گمان کر کے اس کے حق میں فیصلہ کر دوں پس اگر میں نے کسی شخص کو (حجت ظاہری کی بناء پر) دوسرے مسلمان کا حق دے دیا تو وہ آگ کا ٹکڑا ہے، وہ چاہے اس کو لے یا چھوڑ دے"۔

اس حدیث سے بصراحت معلوم ہوگیا کہ احکام شرعیہ کا مدار ظاہر پر ہے اگر کسی شخص کا ظاہر درست ہو اور باطن نادرست ہو تو ہم اس کے ظاہر کے اعتبار سے اس کے ساتھ معاملہ کریں گے اس کے باطن کو نہیں کھنگالیں گے اور اس کا حساب اللہ پر ہے اس لیے جب حکومت نے اعلان کر دیا کہ انعامی بانڈز کا لین دین خرید و فروخت ہے اور اس پر انعام دیا جاتا ہے تو اگر حکومت کا طریقہ کار بالفرض اس کے خلاف ہوتا اور واقع میں یہ صورت حال نہ ہوتی پھر بھی ہم ظاہر کے پابند تھے اور باطن میں تجسس کر کے صحیح صورت حال کو کھنگال کر لانے کے مکلف نہ تھے۔

کیا بانڈز پر انعامات اور حکومت کے دیگر عطیات کا حکم الگ الگ ہے؟

حکومت کی طرف سے جو عطیات ملتے ہیں اور تعلیمی اداروں کو گرانٹ دی جاتی ہے قومی اور صوبائی اسمبلی کے ممبروں کو وظائف، وزیروں اور گورنروں کو مشاہرے اور سرکاری ملازمین کو تنخواہیں دی جاتی ہیں اور انعامی بانڈز پر انعام دیئے جاتے ہیں یہ سب سرکاری خزانہ (اسٹیٹ بینک) سے دیئے جاتے ہیں ایسا نہیں ہے کہ اسٹیٹ بینک میں روپوں کی الگ الگ تخصیص ہو اور سرکاری نوازشات اور دینی اداروں کو دی جانے والی گرانٹ کے روپے الگ ہوں اور انعامی بانڈز پر انعامات دیئے جانے والے روپے نشان زد کر کے الگ رکھے ہوں حکومت کی تمام آمدنی خواہ بانڈز سے حاصل شدہ رقم کی تجارت کے ذریعہ ہو یا ٹیکسوں کے ذریعہ ہو اندرون ملک یا بیرون ملک تجارت کی آمدنی ہو یا غیر ملکی امداد ہو یہ تمام رقوم اسٹیٹ بینک میں جمع کر دی جاتی ہیں اور عطیات، تنخواہیں اور انعامات اور سرکاری نوازشات اسی مجموعی آمدنی سے ادا کی جاتی ہیں۔ پھر انعامی بانڈز سے انعامات کو اس لیے ناجائز کہنا کہ یہ اس آمدنی سے دیئے جاتے ہیں جس میں سود کی آمیزش ہے یا اس کی تجارت میں نقصان کی شرکت نہیں ہے اور سرکاری نوازشات، عطیات اور تنخواہوں کو ناجائز نہ کہنا ناقابل فہم ہے جب کہ حکومت اپنے تمام اخراجات انعامی بانڈز کی آمدنی یا اس جیسی آمدنی سے ہی کرتی ہے۔

کیا نیت پر حکم لگانا صحیح ہے؟

سید مودودی نے لکھا ہے کہ ”جو شخص انعامی بانڈز خریدتا ہے اس میں نیت سودی لین دین ہی کی ہوتی ہے“ جبکہ حکومت یہ انعام سود کے عنوان سے نہیں دیتی نہ اس پر سود کی تعریف صادق آتی ہے پھر تمام مسلمانوں کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ سود ایسی حرام چیز کے لین دین کی نیت کرتے ہیں، مسلمانوں کے بارے میں سوء ظن کے سوا اور کچھ نہیں ہے نیت ایک مخفی چیز اور غیب ہے۔ سید مودودی کا تعلق اس مکتب فکر سے ہے جو رسول اللہ ﷺ کے لیے بھی غیب کا علم تسلیم نہیں کرتا پھر ان تمام مسلمانوں کی نیت کے بارے میں ایسا حکم لگانا جس کا تعلق علم غیب سے ہو، نہایت حیرت انگیز ہے!

قمار کی تحقیق

سید مودودی لکھتے ہیں کہ بانڈز کے انعامات کی تقسیم لاٹری کے طرز پر ہوتی ہے یہ عین قمار تو نہیں ہے لیکن اس میں روح قمار ضرور موجود ہے۔ آیئے پہلے یہ دیکھیں کہ قمار (جوا) کیا چیز ہے پھر اس کا فیصلہ ہوگا کہ اس میں قمار کی روح موجود ہے یا قمار کا جسم؟

لوئیس معلوف قمار کا معنی لکھتے ہیں: القمار: کل لعب یشترط فیه ان یاخذ الغالب من المغلوب شیئا سواء کان بالورق او غیره۔[15]

”ہر وہ کھیل جس میں یہ شرط لگائی جائے کہ غالب مغلوب سے کوئی چیز لے لے گا خواہ وہ چاندی ہو یا کوئی اور

چیز“۔

میر سید شریف لکھتے ہیں: القمار: کل لعب، یشرط رافیه غالبا من المتغالبین شئ من المغلوب۔[16]

”ہر وہ کھیل جس میں یہ شرط ہے کہ مغلوب کی کوئی چیز غالب کو دی جائے گی قمار ہے“۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں: ان القمار من القمر الذی یزداد تارة و ینقص اخری و سمی القمار قمارا لان کل واحد من المقامرین، ممن یجوز ان یذهب ماله الی صاحبه ویجوز ان یستفید مال صاحبه وهو حرام بالنص ولا کذلک اذا شرط من جانب واحد (ذیلعی)[17]

”قمار، قمر سے ماخوذ ہے جو کبھی کم ہوتا ہے اور کبھی زیادہ اور جوئے کو قمار اس لیے کہتے ہیں کہ جوا کھیلنے والوں میں سے ہر ایک اپنا مال اپنے ساتھی کو دینے اور اپنے ساتھی کا مال لینے کو (شرط کے ساتھ) جائز سمجھتا ہے اور یہ نص قرآن سے حرام ہے اور اگر صرف ایک جانب سے شرط لگائی جائے تو جائز ہے“۔

(اس کی تفصیل علامہ جصاص کی عبارت میں آ رہی ہے)

علامہ ابوبکر جصاص حنفی لکھتے ہیں: ولا خلاف بین اهل العلم فی تحریم القمار وان المخاطرة من القمار قال ابن عباس ان المخاطرة قمار وان اهل الجاهلیة کانوا یخاطرون علی المال والزوجة وقد کان ذلک مباحا الی ان ورد تحریمه وقد خاطر ابو بکر الصدیق المشرکین حین نزلت الم غلبت الروم وقال له النبی ﷺ زده فی الخطر وابعد فی الاجل ثم حظر ذلک ونسخ بتحریم القمار ولا خلاف فی حظره الا ما رخص فیه من الرهان فی السبق الدواب والابل والنصال اذا کان الذی یستحق واحدا ولا یستحق الاخرن سبق وان شرط ان من سبق اخذ ومن سبق اعطی فهذا باطل فان ادخلا بینهما رجلا ان سبق استحق وان سبق لم یعط فهذا جائز وهذا الدخیل سماه النبی ﷺ محللا۔[18]

”اہل علم کا قمار کے عدم جواز میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور باہم شرط لگانا بھی قمار ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا آپس میں شرط لگانا قمار ہے، زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنے مال اور بیوی کی شرط لگاتے تھے۔ پہلے یہ مباح تھا بعد میں اس کی تحریم نازل ہو گئی جب سورۂ روم نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر نے رومیوں کے ایرانیوں سے غالب ہونے پر مشرکین سے شرط لگائی تھی۔ نبی ﷺ نے فرمایا شرط میں زیادتی کرو اور مدت بڑھا دو پھر بعد میں اس سے منع فرما دیا اور قمار کی حرمت نازل ہو گئی اس کی حرمت میں کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ شتر سواری، گھوڑ سواری اور تیر بازی میں سابقت کی شرط لگانے کی رخصت ہے جبکہ سب سے آگے نکلنے والے کو